محبت رسول اور اس کے تقاضے

محمد منشاء کاشف

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیا والمرسلین محمد و علی آله و اصحابه اجمعین و من تبعهم باحسان الی یوم الدین۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشطین الرجیم۔ بسم الله الرحمن الرحیم۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله و یغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم۔ (سورہ آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ :۔ اے پیغمبر! دنیا کو سنا دیجئے اگر تمہیں اللہ تعالیٰ سے سچی محبت ہے تو میری پیروی کرو (اس صورت میں) اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تشریح :۔ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے جو لوگ اللہ کی محبت کا دعوی کرتے ہیں لیکن عملی طور پر محبت کا ثبوت مہیا نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں میں شامل ہو کر ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ مل کر زندگی بسر کرتے ہیں لیکن زندگی کے مختلف مواقع پر مسلمانوں کو اللہ کی طرف سے جو احکامات ملتے ہیں ان کی پابندی کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں۔ کلمہ پڑھنے سے مسلمانوں میں ان کا شمار تو ہوتا ہے لیکن جب کوئی ایسا حکم انہیں ملتا ہے جو ان کی خواہش' ان کے مفاد' ان کی مرضی کے خلاف ہو تو اس کی پابندی کرنے میں سستی دکھاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو اللہ رب العزت نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی وساطت سے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے ہمارے پیغمبر علیہ السلام ایسے لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کی محبت کا دعوی کرتے ہو تو پھر تم میری اتباع کرو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی مکمل پیروی کرتا ہے وہی شخص ایسا ہے جس کے دعوی کو تسلیم کیا جا سکتا ہے

کہ اللہ سے محبت ہے اور پھر یہاں جو انداز اختیار کیا گیا ہے وہ بھی ہم سب کے لئے قابل غور ہے۔

ان کنتم تحبون اللہ۔

ترجمہ :۔ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو۔

اصولی طور پر کہنا یہ چاہئے تھا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان تمام شریعت کو مانے اللہ کے تمام احکامات کی پیروی کرے ہر شعبہ زندگی میں اتباع رسولؐ کرے۔ لیکن اللہ رب العزت نے یہاں ایمان کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے بلکہ الفاظ یہ استعمال فرمائے ہیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔

آخر اس کی بھی کوئی وجہ ہو گی اس کا بھی کوئی سبب ہو گا کہ "ان کنتم تومنون باللہ" یا اس قسم کے کوئی الفاظ نہیں فرمائے حالانکہ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر اس قسم کے الفاظ آتے ہیں۔ "ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر" اگر تم اللہ پر آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو فلاں حکم کی تعمیل کرو۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر یہی انداز ہے لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ایمان کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے محبت کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو یہ لفظ ہمارے لئے قابل توجہ ہے کہ دراصل ایمان، حقیقی ایمان محبت ہی کا نام ہے۔ یہاں اللہ نے محبت کا لفظ استعمال کر کے ہمیں یہ بات سمجھائی ہے کہ جس شخص کو اللہ سے محبت نہیں ہے اس کا اللہ پر ایمان بھی نہیں ہے اور یہ حقیقت بڑی وضاحت سے اللہ رب العزت نے سورہ بقرہ آیت ۱۶۵ میں بیان فرمائی :

و من الناس من یتخذ من دون اللّٰہ انداد یحبونھم کحب اللہ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔

کچھ لوگ ایسے ہیں دنیا میں جنہوں نے اللہ کے مقابلہ میں کچھ شریک بنا رکھے ہیں اور وہ ان کے ساتھ اتنی محبت رکھتے ہیں، اتنی محبت رکھتے ہیں جتنی

اللہ کے ساتھ رکھنی چاہئے گویا وہ اللہ کی محبت میں شرک کرتے ہیں اللہ کے ساتھ جو محبت مخصوص ہے۔ جس اعلیٰ درجے کی محبت اللہ کے ساتھ ہونی چاہئے اس اعلیٰ درجے کی محبت میں کسی اور کو شریک کر لینا یہ بھی شرک ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ کے ساتھ ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو اور پھر اس کے بعد اللہ کے رسولؐ سے محبت ہو۔

چنانچہ حدیث مبارک میں خود آنحضور ﷺ کی زبان مبارک سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین' او کما قال النبی علیہ السلام۔

ترجمہ:۔ کہ اے لوگوں تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان مومن' صحیح مومن نہیں ہو سکتا جب تک میرے ساتھ س کی محبت دنیا کی تمام محبتوں پر غالب نہ آ جائے حتی کہ اپنے والدین کی محبت سے' اپنی اولاد کی محبت سے' خود اپنی ذات کی محبت سے جب تک اللہ کے رسولؐ کی محبت زیادہ شدید' قوی اور زیادہ مستحکم نہ ہو جائے اس وقت تک مسلمان' صحیح مسلمان پکا اور سچا مومن نہیں ہو سکتا۔

تو قابل توجہ بات یہ ہے کہ اس حدیث مبارک میں ایمان اور محبت کو آپس میں لازم و ملزوم کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسولؐ کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ حقیقی محبت پیدا ہو جائے اور پھر سچی محبت اللہ اور سچی محبت رسول اللہ ﷺ کی یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان اللہ کی مکمل اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اتباع کرے۔ اب یہاں پر الفاظ یہ ہیں کہ "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو۔

حالانکہ کہنا چاہئے تھا کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو پھر مجھ سے بھی محبت کرو۔ مگر یہ نہیں فرمایا کیونکہ اللہ کے ساتھ جس کو محبت ہو گی اس محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ اس انسان کو اللہ کے رسولؐ کے ساتھ بھی محبت ہو' تو یہاں محبت رسولؐ کو گویا ضمنی طور پر بیان کر دیا گیا ہے کیونکہ کسی کی کامل' صحیح اور سچی اتباع اس کی محبت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ لہٰذا اتباع رسولؐ کے حکم پر محبت رسول کا حکم خود بخود آ گیا "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی" اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اللہ پر تمہارا ایمان ہے تو پھر اس سے محبت بھی ہو گی اور اگر اس سے محبت ہے تو پھر مجھ سے بھی محبت ہو گی اور اگر مجھ سے محبت ہے تو پھر میری اتباع اور پیروی بھی کرنا ہو گی۔

یہاں قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیجئے کہ کتنے وسیع مفہوم کو کتنے مختصر لفظوں میں اور کتنی گہری حقیقتوں کو کتنے سادہ انداز میں بیان کر دیا گیا ہے۔ پھر جب انسان ایمان و محبت کی منزلوں سے گزرتے ہوئے کامل اتباع رسولؐ کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور اس کی ساری زندگی گویا سیرت نبویؐ کی آئینہ دار بن جاتی ہے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔ "فاتبعونی یحببکم اللہ" یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اتباع رسول ﷺ اور محبوبیت خداوندی کا مقام کوئی معمولی مقام نہیں بلکہ انتہائی عظیم الشان مقام اور بہت محنت طلب کام ہے اس لئے ایک آدھ سنت الرسولؐ کے اپنا لینے سے اس غلط فہمی کا شکار نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم بھی اس مقام پر فائز ہو چکے ہیں اس کے لئے تو فنا فی الرسول ہونا پڑتا ہے۔ تمام زندگی کو سیرت نبویؐ اور اسوہ حسنہ کے حوالے کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ بات تو واضح ہی ہے کہ جب کوئی محبت کرنے والا کسی سے محبت کرتا ہے تو وہ یکطرفہ محبت کو پسند نہیں کرتا جب بھی کوئی انسان

کسی انسان سے محبت کرتا ہے تو اس کے دل میں لازمی طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ جس سے میں محبت کر رہا ہوں وہ بھی مجھ سے محبت کرے اور دنیا میں ایسے اکثر ہوتا ہے کہ ایک انسان کسی دوسرے سے محبت کرتا ہے۔ مگر دوسرا انسان اس سے محبت نہیں کرتا وہ اس کو اچھا بھی نہیں لگتا۔ وہ اس کی محبت کا جواب محبت کے ساتھ دینے کی بجائے نفرت کے ساتھ دیتا ہے۔ لیکن اللہ رب العزت کی شان کریمی دیکھیں کہ وہ اللہ جس کو ہم نے دیکھا تک نہیں جس کے ساتھ ہماری کوئی نسبت ہی نہیں ہے ہم تو خاک ہیں مخلوق ہیں اور وہ اللہ تعالی نور اور سراسر نور ہے جس کا مخلوق کے ساتھ کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے وہ اللہ ہمیں ضمانت دے رہا ہے کہ اگر تم مجھ سے محبت کرو گے اور اس محبت کا تقاضا بھی پورا کرو گے تو پھر میں بھی تم سے محبت کروں گا۔ یحبیکم الله ...... اور پھر صرف یہی نہیں کہ محبت کے جواب میں محبت ہو گی بلکہ یغفرلکم ذنوبکم تمہارے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔ محبت کرنے والوں میں یہ عام رواج اور دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوبوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں۔ دنیوی دوستی اور محبت کرنے والوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی دوست سے کوئی کوتاہی ہو جائے دوسرے کا حق تلفی یا اس پر کوئی زیادتی ہو جائے تو وہ محض دوست ہونے کی وجہ سے اسے نظرانداز کر دیتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت نہیں کرتا کہ اس نے میری فلاں بات نہیں مانی تھی یا فلاں کام نہیں کیا تھا۔ لہٰذا دوستی اور محبت ختم! نہیں بلکہ وہ اس کو نظرانداز کر دیتا ہے اس لئے کہ دوستی اور محبت کا تقاضا ہوتا ہے تو اللہ رب العزت کسی سے محبت کرتے ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر گرفت کرکے اس کو جہنم میں ڈال دیں۔ و یغفرلکم ذنوبکم میں یہ ضمانت دی گئی ہے کہ اللہ رب العزت اگر تم سے محبت کرے گا تو پھر وہ تمہارے گناہوں اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف بھی کر دے گا کیونکہ واللہ غفور الرحیم اللہ رب العزت ہے ہی خطاؤں اور گناہوں کو

معاف کرنے والا، مہربانی کرنے والا، رحم کرنے والا، یہ تو تھا اس آیت کریمہ کا مختصر ترجمہ اور مفہوم اسے سامنے رکھتے ہوئے دو باتیں مختصرا عرض کروں گا پہلی بات یہ ہے کہ ایک ہے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ایک ہے آپ کی اتباع۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ دنیا میں ایسے پائے جاتے جن کی گفتگو میں جنکی تقریروں میں جن کے درسوں میں اللہ کرے رسولؐ سے محبت کا اتنی کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا کوئی تقریر کوئی درس اس موضوع سے خالی نہیں ہو گا کہ اللہ کے رسولؐ کی محبت ہی سب کچھ ہے اور وہ اس کے لئے لفظ بھی عشق کا استعمال کرتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے عاشق ہیں اللہ کے رسولؐ کے عاشق ہیں اور وہ اپنے علاوہ دنیا کے تمام لوگوں کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ (نعوذ باللہ) اللہ کے رسولؐ کے دشمن ہیں گویا وہی عاشقان رسولؐ ہیں اور باقی سب لوگ دشمنان رسولؐ ہیں انسان کو غور کرنا چاہئے کہ کیا محبت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے محبوب کے بارے میں کثرت اعداء کا تذکرہ کیا جائے کہ ہمارا رسول تو ایسا ہے کہ سب لوگ اس کے دشمن ہیں یہ کیسی محبت ہے کیا یہ توہین رسولؐ لاشعوری کوشش نہیں؟ اور پھر وہاں محبت کا ہی تذکرہ ہوتا ہے اطاعت و اتباع کا قطعا تذکرہ نہیں ہوتا یوں لگتا ہے جیسے اللہ کے رسولؐ کی محبت کا انہوں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے یہ لوگ باقی تمام دنیا کو اس نعمت سے محروم کرکے بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں اور پھر عملی طور پر جب دیکھا جاتا ہے تو وہ خود اس آیت کریمہ کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتے۔ فاتبعونی کو جب اللہ نے معیار بنا دیا ہے کہ اگر انسان کے دل میں اللہ کے رسولؐ کی محبت ہے تو وہ اس کے محبت کے نتیجے میں اللہ کے رسول کی پیروی بھی کرے گا اتباع بھی کرے گا گویا اتباع محبت رسولؐ کا معیار ہے اور شاعر نے کہا تھا۔

لو کان حبک صادقا لا طعتہ۔ ان المحب لمن یحب مطیع۔

ترجمہ :۔ کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار بھی ہوتا ہے تو یہ آسان محبت جس میں اطاعت و فرمانبرداری کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی سراسر جھوٹی محبت ہوتی ہے محض دعوی ہوتا ہے جس کی دلیل پیش نہیں کی جاتی۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہیں جو صرف اتباع و اطاعت کا ذکر کرتے ہیں مگر ان کے ہاں محبت کا ذکر ہی نہیں ہوتا حالانکہ اتباع اور محبت دونوں باہم لازم و ملزوم ہیں صحیح اور کامل اتباع وہی ہوتی ہے جس کی بنیاد محبت ہو اور اگر ہم اس اصول کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا تجزیہ کریں کہ ہم لوگ اتباع کا لفظ بہت استعمال کرتے ہیں اس کی تبلیغ بھی بہت کرتے ہیں لیکن عملی طور پر کوتاہیاں بھی بہت ہوتی ہیں اتنی کوتاہیاں ہوتی ہیں کہ ہم شمار نہیں کر سکتے بلکہ آج اگر دیکھا جائے تو حالات ایسے ہیں کہ اکثر متبعین سنت اور متبعین رسول ﷺ ہونے کا دعوی کرنے والے دونوں عملی طور پر برابر نظر آتے ہیں شکل و صورت دیکھیں تو ایک جیسی ہے عام دنیا کے حالات اور کاروبار دیکھیں تو ایک جیسے ہیں اٹھنا بیٹھنا دیکھیں تو ایک جیسا ہے لباس دیکھیں تو ایک جیسا تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں طرف عمل میں کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے یہ تو دراصل ہماری تصور کی کوتاہی کی وجہ سے ہے ہمارا عام تصور یہ ہے کہ اتباع کافی ہے اور پھر وہ اتباع ہم سے صحیح طرح ہوتی نہیں کیونکہ ہمارے دلوں میں وہ صحیح محبت نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے اور ادھر محبت کا صرف دعوی ہی دعوی ہے انہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ محبت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان اپنے محبوب کی مکمل اتباع بھی کرے پیروی بھی کرے اس کے پیچھے بھی چلے جسے اپنا محبوب سمجھتا ہے اس کی باتیں بھی تسلیم کرے ادھر وہ کمی ہے اور ادھر یہ کمی ہے قرآن کریم ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ان [illegible]نوں چیزوں کو اکٹھا کیا جائے دل میں اللہ کے [illegible] کی محبت کی بنیاد پر [illegible] اتباع و اطاعت اور پیروی [illegible] تب [illegible] کامل [illegible] ہے۔ اللہ [illegible] محبوب بنتا ہے اس لئے ہمیں اپنی زندگی پر غور

کرتے ہوئے ان دونوں چیزوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے اپنے دلوں میں اللہ کے رسولؐ کی محبت پیدا کرنی چاہئے اور عملی طور پر آپؐ کی اتباع اور پیروی بھی کرنی چاہئے تاکہ ہمیں حقیقی ایمان نصیب ہو جائے اور ہمارا اسلام کامل ہو جائے اس سلسلہ میں انتہائی سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے جب ہمارے دلوں میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے گی اللہ کے رسولؐ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو پھر اس کے نتیجے میں ہم اتباع کامل بھی کرنے لگ جائیں گے اللہ کے رسولؐ کی شکل و صورت بھی اپنائیں گے آپؐ جیسا لباس بھی پہنیں گے آپؐ جیسی عادات مبارکہ بھی اپنائیں گے آپؐ جیسے طور طریقے بھی اپنائیں گے ہماری انفرادی اجتماعی و معاشرتی ہر قسم کی زندگی اتباع رسولؐ کا نمونہ بن جائیں گی۔ زندگی کے جو مختلف گوشے ہیں اگر ان تمام گوشوں میں اتباع رسول کی روشنی آ جائے تو پھر کہیں جا کر انسان کو کامیابی اور نجات حاصل ہوتی ہے لہذا اس آیت کریمہ سے ہمیں یہی سبق لینا چاہئے کہ اپنے دلوں میں اللہ کی محبت' اللہ کے رسولؐ کی محبت پیدا کریں اور پھر اس کے نتیجے میں اتباع رسولؐ کی مکمل کوشش کریں اور اتباع رسولؐ کے سلسلہ میں خاص طور پر ظاہری شکل و صورت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اس لئے انسان کی ظاہری شکل و صورت ایک اعتبار سے دعوت و تبلیغ کی حیثیت رکھتی ہے گویا ایک تو تبلیغ ہوتی ہے زبان سے' گفتگو سے' تقریر سے اور ایک تبلیغ ہوتی ہے عمل سے' کردار سے یا یوں کہنا چاہئے کہ ہم سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ظاہری اعمال سے متاثر ہوتے ہیں اچھے اعمال والے اچھائی کی تبلیغ کر رہے ہوتے ہیں اور برے اعمال والے برائی کی اور یقیناً اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو گا کیونکہ یہ تجربے اور مشاہدے کی بات ہے کہ عمل کے ساتھ جتنی موثر تبلیغ ہوتی ہے وعظوں' تقریروں اور جلسوں کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اگر غور کیا جائے تو عمل اور کردار ایک ایسا طریق کار ہے جس کے ذریعے علماء بھی تبلیغ کر

سکتے ہیں اور عوام بھی' پڑھے لکھے بھی اور ان پڑھ بھی چنانچہ اگر آپ دنیا کو یہ تبلیغ کرتے ہیں کہ سب لوگ ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے لگ جائیں آپؐ کی اتباع کرنے لگ جائیں آپ کی پیروی کرنے لگ جائیں اس پر تقریریں کرتے ہیں وعظ کرتے ہیں نصیحت کرتے ہیں کہ تو اس کے لئے سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ آپ خود نمونہ بن کر سامنے آ جائیں گے تو خود بخود تبلیغ ہو گی۔ لوگ زندہ نمونہ دیکھ کر سمجھیں گے کہ یہ تبلیغ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا جا رہا ہے آپؐ کا پیغام سنایا جا رہا ہے عمل کے ذریعے سے اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا کئی دفعہ ہم نے تجربہ کیا ہے آپ کسی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں کسی سفر پر جا رہے ہیں کسی بس یا کسی گاڑی میں بیٹھے ہیں تو وہاں سب لوگ خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہیں اگر آپ اس وقت اپنے طور پر ہلکی آواز میں یا دل میں قرآن کریم پڑھنے لگ جاتے ہیں یا اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دیتے ہیں سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لاالہ الا اللہ پڑھ رہے ہیں اور دوسرے دیکھنے والوں کو صرف آپ کے ہونٹ ہلتے نظر آ رہے ہیں تو آپ دیکھیں کہ کچھ دیر بعد اور لوگوں کے ہونٹ بھی ہل رہے ہوں گے حالانکہ آپ نے انہیں زبانی تبلیغ نہیں کی وعظ نہیں کیا کہ اللہ کا ذکر کرنا چاہئے یہ فالتو وقت ہے فراغت کا وقت ہے اور تو کوئی کام کرنا نہیں بس کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں سفر ہو رہا ہے منزل مقصود کی طرف تو ہم نے جانا ہی جانا ہے خاموشی کے ساتھ بھی چلے جائیں گے اور اگر ذکر اذکار کرتے جائیں گے تب بھی پہنچ جائیں گے آپ نے تقریر و وعظ نہیں کیا صرف عملاً کر لیا ہے تو آپ کے ہونٹوں کو ہلتا ہوا دیکھ کر کئی لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ اللہ کا ذکر کر رہا ہے چلو ہم بھی کر لیتے ہیں یہ تبلیغ کا ایک طریقہ ہے عملی طور پر خود بخود تبلیغ ہو جاتی ہے اور یہ سب سے آسان اور سب سے موثر تبلیغ ہوتی ہے اس میں مزاحمت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کی مخالفت شروع ہوتی ہے جو شخص بھی تھوڑی بہت سعادت

رکھتا ہے وہ خود بخود اچھی بات کو دیکھ کر اپنا لیتا ہے تو اتباع رسول ﷺ کی تبلیغ کے لئے ہمیں اتباع رسولؐ کا عملی نمونہ بن جانا چاہئے۔ اللہ رب العزت ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ظاہری شکل و صورت کو اسوہ رسولؐ کے مطابق بنانے کے سلسلے میں کچھ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے آج کل کے اکثر مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ڈاڑھی کا رکھنا محض ثواب کا کام ہے اگر نہ بھی رکھی جائے تو گناہ لازم نہیں ہوتا۔

دوستو! یہ ہماری بہت بڑی غلط فہمی ہے نبی اکرم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ "اعفوا اللحی" ڈاڑھیاں بڑھاؤ "خالفوا المشرکین" مشرکین کی مخالفت کرو' مجوس کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑی بڑی رکھا کرو اور بعض حدیثوں میں لوفوا اللحی کے الفاظ ہیں وفروا اللحی کے الفاظ ہیں کہ داڑھی کے بال وافر مقدار میں ہونے چاہیں جب یہ حکم امر ہے تو امر اور حکم کے متعلق عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ "الامر للوجوب" یعنی اللہ اور رسول کا جو امر ہوتا ہے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے یعنی جس کام کا حکم دیا جاتا ہے وہ واجب العمل ہو جاتا ہے ضروری ہو جاتی ہے اور واجب اس کام کو کہتے ہیں جس کو کیا جائے تو ثواب ملے اور نہ کیا جائے تو گناہ لازم آئے اس لئے داڑھی کا رکھنا صحیح طریقے کے مطابق واجب ہے اور اسکا تارک گناہگار ہوتا ہے یہ غلط فہمی دور کر لینی چاہئے کہ اس کے ترک کرنے سے گناہ لازم نہیں آتا اللہ ناراض نہیں ہوتا بلکہ اللہ ناراض ہوتا ہے اللہ کے رسولؐ ناراض ہوتے ہیں اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت کی مخالفت ہے صرف ایک نبی کی مخالفت نہیں ڈاڑھی کا نہ رکھنا یہ مخالفت ہے تمام انبیاء کی۔ ڈاڑھی رکھنا سنت المرسلین ہے سنت الانبیاء ہے اس لئے اس کی مخالفت کے گناہ سے جس قدر ہو سکے کوشش کرکے پرہیز کرنا چاہئے اور یقینا اتباع رسول کا تقاضا پورا نہیں کر سکتا جب تک

آدمی اس پر عمل نہ کرے دوسری عام غلط فہمی لباس کے بارے میں پائی جاتی ہے کہ یہ جو ہماری شلوار، چادر یا تہمد ہے سے نماز کے وقت ہم ٹخنوں سے اوپر لیتے ہیں اور نماز کے علاوہ باقی اوقات میں ٹخنوں سے نیچے ہی رکھتے ہیں نبی علیہ السلام جن کی اتباع ہم پر لازم کی گئی ہے ان کے متعلق احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کی چادر مبارک نصف پنڈلی تک ہوتی تھی یعنی عام حالات میں بھی آپ کی تہمد نصف پنڈلی تک رہتی تھی گویا نماز کے لئے یہ حکم خاص نہیں تھا کہ نماز پڑھتے وقت آپ پنڈلی تک رکھ لیتے ہوں اور نماز پڑھنے کے بعد اس سے نیچے ٹخنوں تک یا اس سے بھی نیچے کر لیتے ہوں یہ بات نہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ کا ارشاد ہے کہ یہ ٹخنوں سے نیچے تک کپڑا رکھنا تکبر کی علامت ہے۔ "من جر ثوبه خيلاء" جو شخص اپنی چادر یا شلوار کو یا کسی اور کپڑے کو جو اس نے باندھ رکھا ہے وہ ٹخنوں کے نیچے تک کھینچ کر چلتا ہے اللہ رب العزت اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے اللہ اس پر ناراض ہوں گے اس لئے کہ اس نے تکبر کا ارتکاب کیا ہے اس نے خود اللہ بننے کی کوشش کی ہے۔ تکبر کے معنی کیا ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور بڑا کون ہے اللہ ہی ہے اللہ سے بڑا کون ہو سکتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اللہ اکبر اس کا مطلب ہے کہ ہم بڑے نہیں ہیں جو تکبر کرتا ہے وہ اپنے آپ کو بڑا بنانے کی، بڑا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اللہ رب العزت ایسے انسان پر جو تکبر کرتا ہے استکبار کرتا ہے قیامت کے دن راضی نہیں ہوں گے بلکہ اس پر سخت ناراض ہوں گے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے دلوں میں اللہ اور رسولؐ کی محبت پیدا کریں اور اس محبت کے نتیجے میں اتباع رسولؐ کا نمونہ کامل بننے کی کوشش کریں تاکہ ہماری یہ زندگی بھی کامیاب ہو اور دنیا کے بعد آخرت کی زندگی بھی کامیاب ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين